ہماری مجلس مشاورت

(۶)

نظارت دعوۃ و تبلیغ

درمیان میں چونکہ ایک پرچہ سیرت نمبر کا آگیا تھا اس لئے یہ سلسلہ مضامین جاری نہ رہ سکا۔ آج کے شذرہ پر اس مضمون کو ختم کر رہا ہوں۔ تا یہ سلسلہ ضرورت سے زیادہ لمبا نہ ہو۔ ورنہ مجلس مشاورت کے برکات تو بہت زیادہ ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تیسری نظارت جس کے کام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا وہ نظارت دعوۃ و تبلیغ ہے۔ اس نظارت کا کام آج کل جناب مولانا مولوی عبد المغنی خان صاحب کے سپرد ہے۔ مولوی عبد المغنی خان صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ خاموش طبیعت۔ بزرگ ہیں اور ہر قسم کی نمود و نمائش سے بالا ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کی طبیعت میں ایصال خیر کی روح بڑے شد و مد سے کام کرتی ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ مولوی صاحب موصوف ایک غیر مسلم شخص کی ایک دفعہ عیادت کو گئے۔ اس شخص کی حالت اس وقت مالی لحاظ سے ایسی اچھی نہ تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اسے بہت کچھ تسلی دی اور اٹھتے ہوئے کچھ ایسے طریق سے اس کے تکیہ کے نیچے دس روپیہ کا نوٹ رکھ آئے کہ کسی کو معلوم تک نہ ہوا۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد جب تکیہ ہٹانے کی ضرورت پیش آئی تو ان کو دس روپے کا نوٹ ملا۔ ان لوگوں کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ اس قسم کے اور بھی کئی ایک واقعات میرے علم میں ہیں۔ جن سے حضرت مولانا کی اس روح کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح خفیہ طور پر لوگوں سے احسان کرتے ہیں اور پھر اس کا کبھی ذکر تک نہیں کرتے۔

مولوی صاحب موصوف کو میں نے یہاں تک بھی دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے بسا اوقات اپنی جیب کی آخری پونجی کسی حاجت مند کے حوالے کر دی اور خود باپ توکل پر بیٹھ گئے۔

مولوی صاحب کو سلسلہ کی خدمت کا بے پناہ جوش ہے۔ اس غرض کے لئے ان کو دن رات کو ایک کر دینا بالکل آسان ہے۔ سلسلہ کے ہر کام کے لئے ان کو لبیک کہنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ لوکل تبلیغ کے سلسلہ میں میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ تیز سردی یا چلچلاتی دھوپ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بذاتِ خود سارے علاقہ میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ ان کے زمانہ میں مبلغین کو زیادہ سے زیادہ مصروف رکھا جاتا ہے۔ اور بعض ایسے علاقوں میں بھی تبلیغ کے لئے مبلغین گئے ہیں جہاں ایک بھی احمدی نہ تھا۔ اور اس تبلیغ کا بحیثیت مجموعی اچھا اثر نظر آتا ہے۔

صیغہ نشر و اشاعت کو زیادہ عمدگی سے چلانے کی سعی کی گئی۔ ہندی، گورمکھی ٹریکٹوں کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا گیا۔ کئی ایک کتابیں بھی طبع کرائی گئیں۔ احمدیہ کیلنڈر کی باقاعدہ اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ کتابوں کی تقسیم و اشاعت کا خاص اہتمام کیا گیا۔

اس طرح سے جناب مولوی صاحب موصوف نے دعوۃ و تبلیغ کو زیادہ منظم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی حال ہی میں صوبہ بہار میں ایک قابل وفد نے تبلیغی دورہ کیا۔ مخالفت بھی ہوئی۔ طوفان بے تمیزی بھی برپا ہوا۔ مگر سلسلہ کی اشاعت بھی بخوبی ہوئی مولانا نیر اور بیگم نیر اور مولانا سلیم اس وفد کے ارکان تھے۔ بیگم نیر نے مستورات میں خوب کام کیا۔ یہ سب کام نظارت دعوۃ و تبلیغ کی تبلیغی مساعی کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ ہم کو توقع ہے کہ مولانا مولوی عبد المغنی خان صاحب کے زمانہ نظارت میں تبلیغی مراکز اور بھی مضبوط ہو جائیں گے۔ اور ہر صوبہ کی تبلیغ مکمل صورت اختیار کرے گی۔

الغرض ہماری مجلس مشاورت بہت سی برکات کا باعث ہوتی ہے۔ اور اس سے ہم کو سلسلہ کے کاموں کو جاننے اور تعلق بڑھانے کا موقع میسر آتا ہے ✦

(محمود احمد عرفانی)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے لئے دعا

ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت سفر دہلی کے بعد سخت خراب ہو گئی۔ اور ابھی تک طبیعت ناساز جا رہی ہے۔ ہر احمدی مرد، عورت اور بچے کا فرض ہے۔ کہ وہ حضرت امیر المومنین کے لئے دعا کرنا اپنے اوپر فرض کر لے۔ جب تک حضور کامل صحت سے متمتع نہ ہو جائیں۔

نیز حضور کی درازئ عمر کے لئے بھی دعا کرتے رہیں اور اس فرض سے کبھی تھکیں نہیں ✦

محمود احمد عرفانی

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر چھپ کر دفتر الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں ہر احمدی چھوٹا بڑا اپنے اندر ایک تبلیغی جوش رکھتا تھا حتیٰ کہ مجھ سا ناکارہ بیمار و ناچار جو آدھ میل بھی نہ چل سکتا تھا۔ اور سات آٹھ سال سے بیمار چلا آتا تھا۔ وہ بھی ماہ رمضان کے کئی روزے رکھنے اور تپ لرزہ میں گرفتار ہونے کے بعد ایک دورے کو تیار ہو گیا۔ عمر کے لحاظ سے جوانی کا ابتدا ہی تھا۔ مندرجہ ذیل حالات ایک پرانی ڈائری میں ملے ہیں۔ یکم نومبر ۱۹۰۶ء جمعۃ الوداع گولیکی میں پڑھایا۔ ۸ر نومبر عید۔ عید میں ۵۴ اشخاص تھے۔ کچھ عورتیں بھی شامل ہوئیں۔ ۱۹ر نومبر پیر برکت علی صاحب (برادر بزرگ علامہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم) کے ساتھ روانہ ہوا۔ ۱۱ بجے شادیوال۔ ۴ بجے دھیر کے ۶ بجے گورالی (جہاں ملک مولا بخش صاحب مرحوم تھے) ۲۰ر نومبر گورالی سے شام کو وزیر آباد۔ ۲۱ر نومبر ۱۰ بجے وزیر آباد سے سیالکوٹ۔ ۲۲ر نومبر جمعہ سیالکوٹ چھاؤنی میں پڑھایا۔ مولانا مبارک علی صاحب موجود تھے۔ تیس آدمی جمعہ پڑھنے والے تھے۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۰۶ء سیالکوٹ سے وزیر آباد۔ وہاں سے گجرات۔ گجرات سے لالہ موسیٰ۔ یہاں میاں مہر دین صاحب تھے۔ ۲۴ر نومبر کھاریاں مولانا فضل دین صاحب کے پاس۔ منشی محمد دین صاحب اس وقت واصلباقی نویس تھے۔ اب یہاں مہاجر ہیں۔ مقبرہ بہشتی روڈ پر مکانات ہیں۔ ۲۵ر نومبر ۹½ بجے تک قیام یہاں مسجد میں دو جماعتیں ہوتی تھیں۔ ایک غیر احمدیوں کی۔ ۲۶ر نومبر منگل ۱۲ بجے چل کر ۲½ بجے چک سکندر۔ یہاں مخلص اور اچھی خاصی جماعت پائی۔ تین دن قیام۔ ۲۹ر نومبر جمعہ پڑھایا۔ ستر آدمی تھے۔ ۳۰ر نومبر ۱۱ بجے روانہ ہو کر جوڑا کرنانہ۔ ۴ بجے ڈنگہ۔ (دونو جگہ احمدی تھے)

یکم دسمبر ڈنگہ سے چک عمر یہاں شیخ عبد اللہ صاحب ایک بہت بڑے صاحب رسوخ عالم تھے۔ غیر احمدی تھے بوجہ تعلقات قدیمہ خاندانی بہت اخلاق سے پیش آئے۔ ان سے علمی گفتگو رہی۔ دوسرے روز دوپہر کو روانہ ہو کر ماجرا میں پہنچے (یہاں بھی ایک جماعت قائم ہے) ۳ر دسمبر گجرات۔ شیخ الٰہی بخش صاحب کتب فروش نے ایک گھوڑا دیا بغیر زین کے۔ جس پر موضع شیخ پور پہنچا۔ میاں میراں بخش صاحب مرحوم جن کے بیٹے افریقہ میں تھے۔ اور آخر میں بڑے صاحب جائیداد و املاک ہو گئے تھے چنانچہ ان کے کئی مکان گجرات و قادیان میں بھی ہیں۔ اسی وقت پرائمری کے مدرس تھے۔ ۶ر دسمبر گجرات پہنچا۔ جمعہ پڑھایا۔ چالیس آدمی تھے۔ ۷ر دسمبر ۱۲½ بجے روانہ ہو کر ۲½ بجے دھیر کے پہنچا۔ یہ میرے مکرم حافظ غلام رسول صاحب کا وطن ہے۔ وہاں ان کے بھائی حافظ غلام محمد صاحب مرحوم تھے۔ ایک انجمن کی تشکیل کی۔ اور شام کو گولیکی پہنچا۔ یہ ایک دورے کا مختصر حال ہے۔ تفصیل میں نے نہیں لکھی۔ غالباً الحکم میں چھپوا دی تھی۔ بہت سی تقریریں کی گئیں۔ اور ارد گرد کی جماعتوں کے کئی جلسے ہوئے۔ آخر حال میں تبلیغ کا جوش تھا۔ چنانچہ میں نے ایک پروگرام تجویز کیا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک پروگرام تجویز کیا تھا۔ جن کا خاکہ مندرجہ ذیل اشعار میں نظر آئے گا۔ اس وقت یہ کچھ جنون سا معلوم ہوتا ہوگا۔ اب تو یہ حقیقت ہے۔ کہ سب مقامات میں ہم پہنچ چکے ہیں۔ اور جماعتیں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"حضرت دل آج کیوں تم سوئے گڑھ شنکر چلے
کیا نہ تھے اس روز سر پر سینکڑوں پتھر چلے
لنگروعے سے سڑوعے سے خبر آتی ہے کیا
دیکھئے گاڑی ہماری اس جگہ کیونکر چلے
ہر گھڑی آنکھیں لگی رہتی ہیں راہوں کی طرف
منٹگمری سے وہاں تک ایک ہی چکر چلے
کون جانے پاک پٹن سے مرے راز و نیاز
کون لدھیانے سے پٹی اور امرت سر چلے
لکھنؤ ہوتا ہوا مونگھیر بھاگل پور میں
کون امروہہ نجیب آباد پھر لکسر چلے
راہ میں ملتان ہے کوئی بہاول پور سے
سیالکوٹی مرد جہلم شہر کے اندر چلے
قصبۂ کنجاہ سے پوچھے خبر مردان کی
پھر علی گڑھ اور کیمل پور میں ساغر چلے
لالہ موسیٰ سے میانی بھیرہ سے فیروز پور
دھرم سالے کے بتوں پر نعرۂ اکبر چلے
دہلی میرٹھ پانی پت پھر رامپور
کوئی بنوں شملے منصوری بکرو فر چلے
کوئی ہو گجرات راولپنڈی جموں کاشمیر
سندھ۔ بمبئی۔ حیدر آباد پشاور چلے
مارشس لنڈن میں مالابار پھر نیجیریا
پہلے کچھ موجود ہیں کچھ اور نیک اختر چلے
لوگ سمجھیں گے کہ دیوانے کی یہ بکواس ہے
روک دے اکمل قلم کو اب نہ کاغذ پر چلے"

میری کتاب "مرکزِ احمدیت۔ قادیان"

ایڈیٹر صاحب رسالہ فرقان کی نگاہ میں

"اس نام سے جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں قادیان کی آبادی اور ابتدائی حالات کو سیر حاصل اور نہایت مفید طریق پر مرتب فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضورؑ کے خاندان نیز تحریک احمدیت کا بیان بہت دلکش پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ صاحب موصوف حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مؤرخ سلسلہ احمدیہ کے فرزند اکبر ہیں) اور صحافت نگاری اور مضمون نویسی ان کی گھٹی میں داخل ہے۔ اس لئے عربی مثل وَالشَّيْءُ مِنْ مَعْدَنِهِ لَا يُسْتَغْرَبُ کے مطابق اس مختصر جامع اور تاریخی کتاب کا ان کے ہاتھوں لکھا جانا تعجب انگیز نہیں۔ بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ اتنی دیر اور کاغذ کی انتہائی گرانی کے وقت ہی جناب شیخ صاحب موصوف کو یہ تجویز کیوں سوجھی۔

اس کتاب میں اولین صحابہؓ کے چیدہ چیدہ حالات سلسلہ احمدیہ کے نشوونما کے مختلف ادوار اور احمدیہ مشن ہائے تبلیغ کے کوائف کے علاوہ اور بہت سی ایمان افروز باتیں درج ہیں۔ فاضل مصنف نے کہیں تفصیل سے معلومات کو ذکر کیا ہے اور کہیں کاغذ کی نایابی کا خدشہ اتنا غالب نظر آتا ہے کہ بیان میں بہت ہی ایجاز آگیا ہے۔ مگر پیرایہ بہرحال دلکش اور اسلوب جاذبیت سے پُر ہے۔ پڑھنے والے کی دلچسپی ابتداء سے آخر تک یکساں قائم رہتی ہے۔ ہماری رائے میں اس کتاب کا ہر احمدی گھرانے میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اور غیر احمدی متلاشیان حق تک اس کا پہنچانا تبلیغ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ

یہ کتاب درحقیقت اپنے رنگ میں سلسلہ کی مختصر تاریخ ہے۔ کتابت۔ طباعت اور کاغذ بھی نہایت اچھا ہے۔ یہ کتاب ساڑھے چار سوسے کچھ زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت سوا دو روپے (عہ/۲) مقرر ہے۔ احباب کو چاہئے کہ محترم مصنف سے طلب فرمائیں۔"

میری صحت

گذشتہ نمبر میں مینے اپنی صحت کی خرابی کے متعلق ایک اعلان کیا تھا۔ اس نمبر کی اشاعت تک خدا کے فضل سے میری طبیعت بہت سنبھل گئی ہے۔ بخار نہیں رہا۔ کھانسی بھی بہت بڑی حد تک جاتی رہی ہے۔ کمزوری ہے۔ میں ڈاکٹری ہدایات کے ماتحت تبدیلی آب و ہوا اور آرام کیلئے سکندر آباد دکن میں حضرت والد صاحب کے پاس جلد جا رہا ہوں۔ احباب اپنی دعاؤں سے میری مدد کرتے رہیں۔ اخبار کے باقاعدہ نکلنے کا میں انتظام کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ اخبار وقت پر نکل کر احباب کی خدمت میں پہنچتا رہے گا۔

محمود احمد عرفانی

روایاتِ محمود (امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

(قسط دوم)

(۷۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ لکھا ہے۔ کہ آپؑ لاہور تشریف لے گئے۔ آپؑ ایک جگہ کھڑے تھے۔ کہ پنڈت لیکھرام آگیا۔ ہندو لوگ بڑے آدمیوں کا لحاظ کرتے ہیں گو ان کے مخالف ہی ہوں۔ لیکھرام نے آپؑ کے سامنے ہو کر سلام کیا۔ آپؑ نے دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔ وہ دوبارہ جواب کے لئے دوسری طرف آیا۔ اور پھر سلام کیا۔ آپؑ نے پھر جواب نہیں دیا۔ اور دوسری طرف مُنہ کر لیا۔ دوسروں نے سمجھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معلوم نہیں۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ کہ آریوں کا ایک بڑا آدمی سلام کرنے آیا ہے ایک دوست[1] نے توجہ دلا کر کہا کہ حضور پنڈت لیکھرام صاحب سلام کرتے ہیں۔ آپؑ نے اسکو خطاب کر کے فرمایا:-

"میرے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کرنے آیا ہے۔" (الفضل جلد ۱۱/۲۸ صک و ۱۸/۱۰۱ صٰ)

(۷۷) کتاب جنگ مقدس جس میں آتھم کے ساتھ مباحثہ چھپا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مباحثہ اس وقت ہوا جبکہ آپؑ نے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ اور مولوی آپؑ کے کافر ہونے کا اعلان کر چکے تھے۔ اور فتوے دے چکے تھے۔ کہ آپؑ واجب القتل ہیں۔ ایسے موقعہ پر ایک غیر احمدی[2] کا ایک عیسائی سے مقابلہ ہوتا ہے۔ اس نے حضرت صاحب سے درخواست کی تھی، کہ آپؑ مقابلہ کریں۔ اس پر (حضور علیہ السلام) جھٹ کھڑے ہو گئے۔ آپؑ نے اس وقت یہ نہ کہا۔ عیسائی ہمارے ایسے دشمن ہیں جیسے غیر احمدی۔ بلکہ آپؑ مباحثہ کے لئے چلے گئے اور قادیان سے باہر چلے گئے۔

(الفضل جلد ۱۰ نمبر ۳ ص۵)

(۷۸) آتھم کا جن دنوں مباحثہ تھا عیسائیوں نے ایک دن شرارت کر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو جوش دلانے اور ہنسی مذاق کی ایک صورت پیدا کرنے کے لئے کچھ اندھے۔ لُولے اور لنگڑے جمع کر کے لے آئے۔ اور انہیں ایک گوشہ میں چھپا کر بٹھا دیا۔ اور تجویز یہ کی۔ کہ ہم مرزا صاحبؑ سے کہیں گے۔ آپؑ کا دعوٰے ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں اور حضرت مسیحؑ اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے۔ لنگڑوں اور لُولوں پر ہاتھ پھیرتے۔ اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ اب ہم نے آپؑ کو تکلیف سے بچا لیا ہے اور یہ کچھ لُولے لنگڑے اور اندھے جمع کر کے لے آئے ہیں۔ آپؑ بھی ان پر ہاتھ پھیریں اور انہیں اچھا کر کے دکھا دیں۔ اگر آپؑ کے معجزہ سے یہ اچھے ہو جائیں گے تو ہم آپؑ کو اپنے دعوٰی میں سچا مان لینگے۔ میں تو اُس وقت بچہ تھا۔ شاید پانچ یا چھ سال میری عمر ہو گی۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے اور بعض دوسروں سے بھی جو اس واقعہ کے عینی شاہد تھے میں نے تمام باتیں سُنی ہیں۔ آپؓ فرماتے جب ہم نے یہ بات سُنی تو ہم سخت گھبرائے اور ہم نے کہا۔ بس اب بڑی ہنسی ہو گی۔ جواب تو خیر دیا ہی جائے گا۔ مگر عوام الناس میں اس کی وجہ سے بڑا جوش پیدا ہو جائے گا۔ لیکن جس وقت انہوں نے اس امر کو پیش کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا جواب لکھوانا شروع کیا تو دیکھنے والے جو اس وقت موجود تھے سُناتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کے لئے سخت مشکل پیش آگئی اور انہوں نے چوری چھپے ان اندھوں۔ لُولوں اور لنگڑوں کو ایک ایک کر کے غائب کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بھی ان میں سے باقی نہ رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جواب میں لکھوایا۔ کہ یہ دعوٰے کہ حضرت مسیحؑ اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے۔ ان معنوں میں کہ وہ ظاہری اندھوں کو بینا کیا کرتے تھے۔ یا ظاہری لُولوں اور لنگڑوں پر ہاتھ پھیرتے اور وہ اچھے ہو جاتے تھے عیسائی دُنیا کا ہے۔ اور حضرت مسیحؑ انجیل میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا۔ تو وہ تمام معجزے دکھا سکے گا جو میں دکھاتا ہوں۔

پس آپؑ نے فرمایا تم لوگ جو اس وقت مسیح کیطرف سے نمائندہ بن کر آئے ہو۔ تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر تو ضرور ایمان ہو گا۔ کیونکہ تم معمولی عیسائی نہیں بلکہ عیسائیوں کے پادری ہو۔ اور اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں تو تم مسیحؑ کے نمائندے نہیں ہو سکتے۔ اس صورت میں تو تم بے ایمان ہو گے۔ اور اگر تم میں کم از کم ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان موجود ہے۔ تو ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمیں اس تکلیف سے بچا لیا کہ ہم خود ان اندھوں۔ لُولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر کے لاتے اور آپ سے کہتے کہ انہیں اچھا کر دکھائیں۔ اب یہ آپ کی کوشش سے خود ہی حاضر ہیں۔ آپ ان پر ہاتھ پھیریں یا پھُونک ماریں اور انہیں اچھا کر کے دکھا دیں۔ دُنیا کو خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ واقعہ میں آپ مسیحؑ کے سچے پیرو ہیں۔ اور انجیل میں ایمان اور صداقت کا جو معیار بنایا گیا ہے اس پر آپ پُورے اُترتے ہیں۔

کہتے ہیں جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جواب لکھوانا شروع کیا تو عیسائیوں نے ان اندھوں۔ لُولوں اور لنگڑوں کو کھسکانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس پرچہ کے سُناتے وقت وہ سب اندھے۔ لُولے اور لنگڑے غائب ہو گئے۔ (الفضل جلد ۲۶۔ نمبر ۲۰۰ ص۴)

(۷۹) (جب) آتھم کی پیشگوئی کا وقت آیا۔ ایک دوست سُناتے ہیں۔ کہ باوجودیکہ پیشگوئی بالکل واضح تھی، مگر رات کے وقت دیر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق گڑ گڑا کر دُعا فرماتے رہے کہ آج کی رات ضرور اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا۔ وہ یا نیا زمانہ تھا۔ مخالفت کا طوفان ہر طرف سے اُٹھ رہا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں یہ کتنی بڑی مصیبت تھی۔ میری عمر اُس وقت چھ سات سال کے درمیان تھی۔ اس لئے مجھے تو کچھ یاد نہیں۔ ہاں ایک دوست کی روایت ہے۔ کہ مہمانخانہ میں ہم چار پانچ آدمی ساری رات مذبوح کی طرح زمین پر لوٹتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ غور کرو! ان لوگوں کے لئے یہ کتنی بڑی ٹھوکر تھی آج ہم یہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ کہ یہ کوئی ٹھوکر تھی۔ مجھے یاد ہے۔ ایک پٹھان بہت مخلص تھا۔ باوجود چھوٹی عمر کے میرے دل پر اس کے اخلاص کا اثر ہے۔ بتانے والے نے بتایا کہ رات کو وہ زمین پر سر مارتا تھا مگر آخر کار وہ مرتد ہو گیا۔ یہ کتنی بڑی ٹھوکر تھی +

(الفضل جلد ۱۲ نمبر ۱۱۱ ص۶)

(۸۰) آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اُس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی۔ مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا۔ تو کتنے کرب اور اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے۔ اور مولوی عبد الکریم صاحب اور سلسلہ کے بعض اور بزرگ مسجد میں جمع ہو کر دعا کر رہے تھے۔ اور تیسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں بُرا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ مطب کیا کرتے تھے اور آجکل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں۔ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ اور جس طرح عورتیں بَین ڈالتی ہیں۔ اس طرح انہوں نے بَین ڈالنے شروع کر دیئے۔ ان کی چیخیں سَو سَو گز تک سُنی جاتی تھیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی۔ کہ یا اللہ آتھم مر جائے۔ یا اللہ آتھم مر جائے۔ مگر اس کہرام اور آہ وزاری کے نتیجہ میں آتھم تو نہ مرا۔ الخ[3]

(الفضل جلد ۲۸۔ نمبر ۱۶۳ ص۱۳)

(۸۱) انبیاء کے وقت عجیب طور سے راز ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سُناتے تھے۔ ایک پیر صاحب جو ایک نواب صاحب کے دربار میں بیٹھے تھے۔ عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پر تمسخر ہونے لگا۔ جب نواب بھی تمسخر میں شامل ہو گیا۔ تو پیر صاحب غصے سے کہنے لگے۔ کہ کون کہتا ہے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کہا جاتا ہے آتھم مرا نہیں۔ مگر مجھے تو وہ مُردہ نظر آتا ہے۔ اور تم لوگ بھی مُردہ ہو۔ اس طرح راز ظاہر ہو گیا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصدق ہیں +

(الفضل جلد ۱۵، نمبر ۷۶ ص۶)

(۸۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب پادری عبد اللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی کی۔ اور اس کے ڈر جانیکی وجہ سے خدا تعالیٰ نے پیشگوئی ٹلا دی۔ تو عیسائیوں نے تو شور مچانا ہی تھا۔ بعض بے وقوف مسلمانوں نے بھی خوشی منائی۔ اور کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی پیشگوئی نعوذ باللہ من ذالک جھُوٹی نکلی ہے۔ اُس زمانہ میں بہاولپور کے جو نواب تھے اُن کے پیر میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والے تھے۔ جو ایک نہایت ہی نیک اور بزرگ انسان تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہ ایمان لائے تھے۔ نواب صاحب کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ اور وہ اُن کا بڑا ادب کیا کرتے تھے۔ میاں غلام فرید صاحب بھی انہیں اسی طرح ڈانٹ لیتے جس طرح استاد شاگرد کو ڈانٹتا ہے۔ اتفاقاً ایک دن جبکہ دربار لگا ہوا تھا عبد اللہ آتھم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کا ذکر چل پڑا۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مرزا صاحبؑ نے آتھم کی موت کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ مگر وہ جھُوٹی نکلی لوگ اس کا ذکر کر کے دیر تک ہنستے اور تمسخر اڑاتے رہے۔ نواب صاحب

---

[1] یہ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم لاہوری تھے۔ الفضل جلد

[2] میاں محمد بخش پاندہا مدرس دیسی مکتب ساکن جنڈیالہ ضلع امرتسر کا جب ۱۸۹۳ء میں عیسائیوں سے مباحثہ طے پا گیا تب انہوں نے حضرت اقدسؑ کے حضور التجا کی کہ آپ اہل اسلام کی طرف سے پیش ہوں جسے حضورؑ نے بلا توقف قبول فرمایا۔ (مرتب)

[3] کیونکہ اسنے حق کی طرف رجوع والی شرط سے فائدہ اٹھا لیا تھا۔

غلام فرید صاحب چاچڑاں والے خاموش بیٹھے رہے۔ آخر اس ہنسی میں نواب صاحب بھی شریک ہو گئے۔ اور کہنے لگے واقعہ میں مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی ہے۔ اس پر میاں غلام فرید صاحب نہایت جوش میں آ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ غلط ہے۔ کون کہتا ہے۔ کہ آتھم زندہ ہے۔ مجھ تو اسکی لاش نظر آ رہی ہے۔ (الفضل جلد ۲۳۔ نمبر ۲۹۹ صفحہ ۷)

(۸۳) سنہ ۱۸۹۷ء میں جب لاہور میں جلسہ اعظم کی بنیاد پڑی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس میں مضمون لکھنے کے لئے کہا گیا تو خواجہ کمال الدین صاحب ہی یہ پیغام لے کر آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود کو ان دنوں میں اسہال کی تکلیف تھی۔ باوجود اس تکلیف کے آپ نے مضمون کا لکھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ختم کیا مضمون جب خواجہ صاحب کو حضرت مسیح موعود نے دیا۔ تو انہوں نے اس پر بہت کچھ ناامیدی کا اظہار کیا۔ اور خیال ظاہر کیا کہ یہ مضمون قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جائے گا۔ اور خواہ مخواہ ہنسی کا موجب ہوگا۔ مگر حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مضمون بالا رہا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے قبل از وقت اس الہام کے متعلق اشتہار لکھکر لاہور میں شایع کرنا مناسب سمجھا اور اشتہار لکھکر خواجہ صاحب کو دیا۔ کہ اسے تمام لاہور میں شایع اور چسپاں کیا جائے۔ اور خواجہ صاحب کو بہت کچھ تسلی اور تشفی بھی دلائی۔ مگر خواجہ صاحب چونکہ فیصلہ کئے بیٹھے تھے۔ کہ مضمون نعوذ باللہ لغو اور بیہودہ ہے۔ انہوں نے نہ خود اشتہار شایع کیا اور نہ لوگوں کو شایع کرنے دیا۔ آخر حضرت مسیح موعود کا حکم بتا کر جب بعض لوگوں نے خاص زور دیا تو رات کے وقت لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو کر چند اشتہار دیواروں پر اونچے کر کے لگا دیئے گئے۔ تاکہ لوگ ان کو پڑھ نہ سکیں۔ اور حضرت مسیح موعود کو بھی کہا جا سکے۔ کہ ان کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب کے خیال میں وہ مضمون جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ بالا رہا۔ اس قابل نہ تھا۔ کہ اسے ایسے بڑے محققین کی مجلس میں پیش کیا جائے۔ آخر وہ دن آیا جس دن اس مضمون کو سنایا جانا تھا مضمون جب سنایا جانا شروع ہوا ابھی چند منٹ نہ گذرے تھے۔ کہ لوگ بت بن گئے۔ اور ایسا ہوا گویا ان پر سحر کیا ہوا ہے۔ وقت مقررہ گذر گیا مگر لوگوں کی دلچسپی میں کچھ بھی کمی نہ آئی۔ اور وقت بڑھایا گیا۔ مگر وہ بھی کافی نہ ہوا۔ آخر لوگوں کے اصرار سے جلسہ کا ایک دن اور بڑھایا گیا۔ اور اس دن بقیہ لیکچر حضرت مسیح موعود کا ختم کیا گیا۔ مخالف اور موافق سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا لیکچر سب سے بالا رہا۔ اور خدا تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴)

(۸۴) لیکھرام کا واقعہ بھی اس امر کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ چاہے تو صحت کے سامانوں کے ہوتے ہوئے بھی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ عید کے دوسرے دن اس کی موت ہوگی۔ اور چھ سال کے اندر اندر۔ اب چھ سال تک سال میں دو تین روز کے لئے حفاظت کے خاص طور پر سامان کر لینا کونسا مشکل امر ہے۔ اور یہ امر ہنود کے اختیار میں تھا۔ کہ ان دنوں میں حفاظت کے خاص سامان مہیا کر لیتا۔ مگر باوجود اسکے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ حالانکہ عید سے ایک دن پہلے لیکھرام اس لئے ملتان گئے تھے۔ اور ۶ مارچ کی موت مقدر تھی۔ اور یکم مارچ کو لیکچر دینے کا آریہ سماج کی طرف سے ملتان پہنچنے کا حکم ہوا۔ وہاں چار ماہ تک اس نے چار لیکچر دیئے۔ پھر سبھا نے اسے سکھر جانے کے لئے تار دیا۔ مگر وہاں پلیگ ہونے کی وجہ سے ملتان کے آریہ سماجیوں نے جانے سے روک دیا۔ پھر پنڈت لیکھرام مظفر گڑھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ پھر سیدھے کیوں لاہور کو لوٹ پڑے۔ اور چھ مارچ دوپہر کو یہاں (لاہور) پہنچ گئے۔[1] اگر وہ اس روز واپس نہ آتا تو پیشگوئی پوری نہ ہوتی۔ مگر باوجود اس کے کہ بظاہر اس کے باہر رہنے کا موقع پیدا ہو گیا۔ پھر بھی وہ لاہور پہنچ گیا اور وقت مقررہ پر قتل ہو گیا۔ یہ مثال اس امر کی ہے۔ کہ صحت اور حفاظت کے سامان ہوتے ہوئے بھی انسان ہلاک ہو سکتا ہے۔ (الفضل جلد ۱۰۔ نمبر ۱۲۴ صفحہ ۳)

(۸۵) ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تلاشی کا واقعہ سنا رہے تھے۔ یہ تلاشی پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل کے سلسلہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے لی تھی۔ آپ نے فرمایا سپرنٹنڈنٹ ایک چھوٹے دروازہ میں سے گذرنے لگا۔ تو اس کو سخت چوٹ آئی۔ اور سر چکرا گیا۔ ہم نے اسے دودھ پینے کو کہا لیکن اس نے انکار کیا۔ کہ اس وقت تلاشی کے لئے آیا ہوں۔ اور یہ میرے فرض منصبی کے مخالف ہوگا۔ (الفضل جلد ۱۱۔ نمبر ۱۱۱ صفحہ ۲)

(۸۶) جب ترکی سفیر حسین کامی یہاں آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک خاص آدمی بھیجکر لاہور سے اس کے لئے سگرٹ اور سگار منگوائے۔ کیونکہ قرآن کریم میں تمباکو کا ذکر نہیں آتا۔ صرف قیاس سے اسکی کراہت ثابت کیجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس سے کراہت کرتے تھے۔ مگر مہمان کے لئے لاہور سے منگوائے۔

(الفضل جلد ۲۷۔ نمبر ۲۸۶ صفحہ ۲)

(۸۷) آج سے کئی سال پہلے جب بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے۔ ایک ترکی سفیر یہاں آیا۔ ترکی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے اس نے مسلمانوں سے بہت سا چندہ لیا۔ اور جب اس نے جماعت احمدیہ کا ذکر سنا تو قادیان بھی آیا۔ حسین کامی اس کا نام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کی گفتگو ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ مجھے یہاں سے زیادہ مدد ملیگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا وہ احترام کیا جو ایک مہمان کا کرنا چاہئے۔ پھر کچھ مذہبی گفتگو بھی ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کچھ نصائح کیں۔ کہ دیانت و امانت پر قائم رہنا چاہئے۔ لوگوں پر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ اور فرمایا کہ رومی سلطنت ایسے ہی لوگوں کی شامت اعمال سے خطرہ میں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو سلطنت کی اہم خدمات پر مامور ہیں اپنی خدمات کو دیانت سے ادا نہیں کرتے۔ اور سلطنت کے سچے خیرخواہ نہیں۔ بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ سلطان روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے۔ اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ اور میرے نزدیک ان حالتوں کیساتھ انجام اچھا نہیں۔ اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ نصیحتیں کیں تو اس سفیر کو بہت بری لگیں۔ کیونکہ وہ اس خیال کے ماتحت آیا تھا۔ کہ میں سفیر ہوں اور یہ لوگ میرے ہاتھ چومیں گے۔ اور میری کسی بات کا انکار نہیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس سے یہ کڑوی باتیں کہیں۔ کہ تم حکومت سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کر کے اسکی غداری کرتے ہو۔ تمہیں تقویٰ و طہارت سے کام لیکر اسلامی حکومت کو مضبوط کرنا چاہئے۔ تو وہ یہاں سے بڑے غصہ میں واپس گیا۔ اور اس نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ یہ اسلامی حکومت کی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ ترکی حکومت میں بعض کچے دھاگے ہیں مسلمان عام طور پر دین سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مولوی انہیں کسی بات پر صحیح طور سے غور کرنے نہیں دیتے۔ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ عوام الناس اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے اور سچائی سے پیار کرتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ مولوی انہیں کسی بات پر غور کرنے نہیں دیتے۔ اور جھٹ اشتعال دلا دیتے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی مولویوں نے عام شور مچا دیا۔ کہ ترکی حکومت جو محافظ حرمین شریفین ہے۔ اس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہتک کی ہے۔

جب یہ شور بلند ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں لکھا۔ تم تو یہ کہتے ہو۔ کہ ترکی حکومت مکہ اور مدینہ کی حفاظت کرتی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ ترکی حکومت چیز ہی کیا ہے۔ مکہ اور مدینہ تو خود ترکی حکومت کی حفاظت کر رہے ہیں۔

(الفضل جلد ۲۳۔ نمبر ۲۸۴ صفحہ ۹)

(۸۸) ۲۱ر فروری سنہ ۱۹۳۱ء کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ جب ترکی سفیر یہاں آیا تھا۔ تو اس کے سامنے حضرت اقدس نے بڑے جوش کی تقریر فرمائی تھی۔ اس وقت میں حضرت اقدس کے پاس بیٹھا تھا۔ بار بار حضرت اقدس کی تقریر کے اثناء میں میرے دل میں جوش پیدا ہوتا تھا کہ کوئی خدمت کروں۔ پہلے اٹھا اور پنکھا جھلنے لگا۔ حضور نے مجھے روک دیا۔ پھر جوش آیا اور میں نے پنکھا پکڑا تو آپ نے فرمایا۔ یہ آپ کا کام نہیں۔ اس تقریر سے میری یہ حالت تھی کہ خوشی اور جوش سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔ حضرت اقدس نے اس تقریر میں فرمایا تھا۔ کہ اگر مجھے نہیں مانیں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔

(اسپر) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جو مجھ کو نہیں مانیگا وہ کاٹا جائیگا۔ خواہ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ (الفضل جلد ۸۔ نمبر ۶۵ صفحہ ۷)

(۸۹) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ترکوں کے متعلق لکھا کہ ان کے بڑے بڑے افسر حرام مال کھاتے ہیں تو ایک شخص[2] نے حضرت صاحب کے متعلق کہا۔ کہ چیونٹی کو پر لگ گئے ہیں۔ یہ ہلاک ہوگا۔ جب آپ کو کسی نے یہ بات سنائی تو مجھے خوب یاد ہے۔ کہ

---

[1] ذوالقعدہ کی وجہ سے ۱۸۹۷ء لکھا گیا ہے اصل میں ۱۸۹۶ء ہے۔ (مرتب)

[1] سوانح عمری پنڈت لیکھرام مصنفہ سوامی شردھانند ہندی صفحہ ۱۹۵

[2] یہ وہی شخص ہے۔ جس کا حضور علیہ السلام نے اپنی بعض کتب میں "اخبار چودھویں صدی والا بزرگ" کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ اس کا نام [illegible] جو بہاولداد [illegible] تھا۔ جو چیف آف [illegible] [illegible] ضلع راولپنڈی کا باشندہ تھا۔ (خاکسار مرتب)

بہت غصہ آپ کو آگیا۔ حالانکہ اس سے پہلے لوگوں کے بہت سخت، سخت الفاظ آپ نے کئی بار سُنے۔ اور کبھی پرواہ نہ کی۔ آپ نے بد دعا کی۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا۔ اس نے فوراً یہاں آدمی بھیجا۔ اور بڑی عاجزی سے اپنی شرارت سے معافی مانگی۔ اور کہا کہ اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی۔ اسکا لڑکا تو بیماری سے اچھا ہوگیا۔ لیکن وہ بعد میں پھر گیا اور قطع تعلق کر کے علیحدہ ہوگیا۔ (حقائق القرآن صہ ۳۴)

(۹۰) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان عبدالحمید کی ایک بات کا اکثر ذکر فرماتے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ اس کی یہ بات مجھے بہت ہی پیاری لگتی ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ ترکوں کی حالت پر شاکی تھے۔ کہ وہ دین کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ مگر اس بات کو آپ بہت ہی پسند فرماتے تھے۔ کہ جب جنگ یونان یا شاید کوئی اور جنگ ہونے لگی تو سلطان نے اپنے جرنیلوں کو مشورہ کے لئے بُلایا۔ وہ لوگ چونکہ غدار تھے۔ اور یورپ کی سلطنتوں سے رشوتیں لے چکے تھے۔ اسلئے انہوں نے کہا کہ فلاں سامان ہے۔ فلاں ہے۔ پھر آخر میں کسی اہم چیز کا نام لیکر کہہ دیا۔ کہ وہ نہیں مطلب یہ تھا۔ کہ اس کے نہ ہونے کی صورت میں سلطان لڑائی پر کیسے آمادہ ہوگا۔ لیکن سلطان نے ان کی یہ بات سُنکر کہا۔ کہ کوئی خانہ تو خدا کے لئے بھی خالی رہنے دو۔ اور چلو لڑائی شروع کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ سلطان کی یہ بات مجھے بہت پسند ہے۔

(الفضل جلد ۲۳ نمبر ۸۴ صہ ۵)

(۹۱) میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے چراغاں ثابت ہے۔ آپ نے دوبارہ ملکہ وکٹوریہ اور غالباً شاہ ایڈورڈ کی جوبلیوں پر چراغاں کیا۔ یا شاید دونوں جوبلیاں ملکہ وکٹوریہ ہی کی تھیں۔ اور مجھے خوب یاد ہے۔ کہ دونوں مواقع پر چراغاں کیا گیا چونکہ بچپن میں ایسی باتیں اچھی لگتی ہیں اس لئے مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ مسجد مبارک کے کناروں پر چراغ جلائے گئے۔ اور جب وہ ختم ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آدمی بھیجا کہ جاؤ اور لاؤ۔ ہمارے مکان پر بھی۔ مسجد میں بھی اور مدرسہ پر بھی چراغ جلائے گئے تھے۔ اور میر محمد اسحاق صاحب نے بھی اسکی شہادت دی ہے۔ اس لئے منافی چراغاں کی مخالفت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میرا عقیدہ ہے۔ کہ حکم وعدل ہونے کی حیثیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآنی نص کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ اور چراغاں آپ سے ثابت ہے۔ اس کے متعلق گواہیاں بھی موجود ہیں۔ اور الحکم میں بھی یہ درج ہے۔ اس لئے خاص چراغاں کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رنگ میں جو خوشی کا اظہار کیا۔ وہ اپنے اندر ایک حکمت رکھتا ہے۔ جیسا کہ مومن کی ہر بات اپنے اندر حکمت رکھتی ہے۔ . . . . حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو چراغاں کرایا وہ ایک سیاسی مصلحت پر مبنی تھا۔ اسی طرح

بعض اوقات آپ ہمیں آتشبازی بھی لے دیا کرتے تھے۔ تاکہ بچوں کا دل خوش ہو۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ گندھک کے جلنے سے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کئی دفعہ ہمیں انار اور پھلجھڑیاں وغیرہ منگوا کر دیں۔ گو یہ ایک قسم کا ضیاع ہے مگر اس میں وقتی فائدہ بھی ہے۔ گو ایسا نمایاں نہیں۔ مگر اس سے بچوں کا دل خوش ہو جاتا تھا۔ اور بچوں کے جذبات کو دبانے سے جو نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے بچاؤ ہو جاتا تھا۔ مگر آپ نے ساری جماعت کو آتشبازی چلانے کا حکم نہیں دیا۔

اسی طرح اگر کسی مصلحت کے ماتحت چراغاں کیا گیا تو اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ اب یہ ضروری ہوگیا۔ یہاں تو سوال یہ ہے۔ کہ مذہبی طور پر جو تقریب منائی جائے۔ کیا اس پر یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو دنیوی بادشاہوں کے جشن کی خوشی کے موقعہ پر ایسا کیا تھا۔ . . . بعض اوقات عبث کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شاہی جوبلیوں کے مواقع پر چراغاں کیا ہے۔ کیونکہ سارے ملک میں یہ کیا گیا تھا۔ اور اُس وقت اگر آپ ایسا نہ کرتے تو سیاسی رنگ میں یہ قابلِ اعتراض بات ہوتی۔ پس ضرورت کے موقعہ پر بے شک جائز ہے۔ . . . . . . پس میں یہی فیصلہ کرتا ہوں۔ کہ (احمدیہ جوبلی کے موقعہ پر۔ ناقل) منارۃ المسیح پر روشنی کا انتظام کر دیا جائے۔ تا اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی روشنی کو جو بڑھایا ہے۔ اس کا ظاہری طور پر بھی اظہار ہو جائے۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۹ء صہ ۷۴ تا ۷۶)

(۹۲) پہلے زمانوں میں کیا مجال تھی۔ کہ کوئی بادشاہ کو تبلیغ تو کر سکے۔ یہ بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کو ایک خط لکھا جس میں اُسے اسلام کی طرف بُلایا۔ اور کہا کہ اگر اسے قبول کر لوگی تو آپ کا بھلا ہوگا۔ یہ سُنکر بجائے اسکے کہ ان کی طرف سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا جاتا۔ اس چٹھی کے متعلق اس طرح شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ ہم کو آپ کی چٹھی مل گئی جسے پڑھ کر خوشی ہوئی۔ (الفضل جلد ۴ نمبر ۱۳ صہ ۷)

(۹۳) بعض دفعہ جب بات حد سے بڑھ جاتی ہے۔ تو پھر کسی حد تک ان باتوں کا جواب بھی دینا پڑتا ہے عیسائی ہمیشہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے کیا کرتے تھے۔ اور مسلمان چونکہ ان حملوں کا جواب نہیں دیا کرتے تھے۔ اس لئے وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ اسلام کے بانی میں عیب ہی عیب ہیں۔ اگر کسی مذہب میں عیب نہیں تو وہ یسوع کی ذات ہے۔ وہ مسلمانوں کی شرافت کے غلط معنے لیتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے چونکہ ہم گند اچھالتے ہیں اور یہ نہیں اُچھالتے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ واقعہ میں اسکے سردار میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔

دنوں کے بعد دن گذرے۔ ہفتوں کے بعد ہفتے۔ سالوں کے بعد سال اور صدیوں کے بعد صدیاں۔ سات آٹھ سو سال تک عیسائی متواتر گند اچھالتے رہے۔ اور مسلمان انہیں معاف کرتے رہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی۔ کہ اب ذرا تم بھی ہاتھ دکھاؤ اور انہیں بتاؤ۔ کہ ہمیں تم میں کوئی عیب نظر آتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یسوع کو مخاطب کرتے ہوئے وہ باتیں لکھنی شروع کیں جو یہودی آپ کے متعلق کہا کرتے تھے۔ یا خود مسیحیوں کی کتابوں میں لکھی تھیں۔ ابھی اس قسم کی دو چار کتابیں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھی تھیں۔ کہ ساری عیسائی دنیا میں شور مچ گیا۔ کہ یہ طریق اچھا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہی ہم نے تم کو کہا تھا کہ تمہارا طریق اچھا نہیں۔ مگر تم نے ہماری بات کو نہ سمجھا۔ آخر جب خود تم پر زد پڑنے لگی تو تمہیں ہوش آگیا۔ اور تم کہنے لگ گئے۔ کہ یہ طریق درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض دفعہ اس کے متعلق ایک لطیفہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ بعض دفعہ حقیقت معلوم کرنے اور دوسرے کا جائزہ لینے کے لئے انسان کو ایسا طریق بھی اختیار کرنا پڑتا ہے جو عام طریق کے مخالف ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے۔ کوئی سکھ صاحب تھے۔ اُن کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ ڈاڑھی بھی ان کی بڑی لمبی تھی۔ اور چہرے پر قدرتی طور پر بال بھی بہت زیادہ تھے۔ سکھوں میں چونکہ مذہباً بال کٹوانے منع ہیں۔ اس لئے ان کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک دن اپنے چبوترہ پر بیٹھے تھے۔ اور بالوں کی کثرت کی وجہ سے حال یہ تھا۔ کہ ان کے ہونٹ بالکل چھپے ہوئے تھے۔ مسلمان چونکہ مونچھیں کترواتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ہونٹ صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ان سکھ صاحب کے بال چونکہ قدرتاً بہت بڑے تھے اور پھر انہوں نے مذہبی لحاظ سے ان بالوں کو کبھی ترشوایا بھی نہیں تھا۔ اس لئے مونچھوں اور چہرے اور ڈاڑھی کے بالوں سے ان کے ہونٹ بالکل چھُپ گئے تھے۔ اتفاقاً اُن کے پاس سے کوئی مسلمان گذرا۔ اور وہ کھڑا ہو کر حیرت سے ان کا مُنہ دیکھنے لگ گیا۔ مزید اتفاق یہ ہوا۔ کہ اس وقت وہ سکھ صاحب کسی فکر میں خاموش بیٹھے تھے۔ اب یہ دیکھ دیکھ کر حیران تھا۔ کہ یہ کیا تماشہ بنا ہوا ہے۔ مگر اسے کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر قریب آکر اسنے اُن سکھ صاحب کے ہونٹوں کے قریب ہاتھ مارا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ ان کے ہونٹ بھی ہیں یا نہیں۔ اب ایک بھلا مانس بیٹھا ہوا ہو اور کوئی گذرنے والا اس کے مُنہ پر ہاتھ مارنا شروع کر دے۔ تو اسے لازماً غصہ آئے گا۔ سردار صاحب نے بھی آنکھیں کھول کر اسے سخت سُست کہنا شروع کر دیا۔ اور کہا نامعقول یہ کیا حرکت کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ سردار جی! معاف کرو۔ اتنا ہی دیکھنا تھا۔ کہ آپ بولتے کس طرح ہیں۔ (الفضل جلد ۲۶ نمبر ۲۸۲ صہ ۷)

(۹۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک عیسائی نے مقدمہ کیا۔ کہ مرزا صاحب نے میرے قتل کے لئے آدمی مقرر کیا تھا۔ اور اس پر شہادات پیش کیں۔ یہاں تک کہ خود اس شخص کی زبان سے بھی اقرار کرا لیا۔ کہ اُسے مارنے کے لئے مرزا صاحب نے بھیجا تھا۔ اس مقدمہ میں تمام ظاہری سامان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف موجود تھے۔ مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت اطلاع دیدی تھی۔ کہ تم پر ایک بلا آنیوالی ہے لیکن ہم تمہیں اس سے محفوظ رکھیں گے۔ اس بشارت کے تھوڑے عرصہ بعد ایک شخص آیا۔ جس نے بتایا۔ کہ امرتسر سے وارنٹ جاری ہوگیا ہے۔ چنانچہ وارنٹ لکھا گیا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ امرتسر کی عدالت کو ایک حاکم نے کہا تمہیں وارنٹ جاری کرنے کا اختیار نہیں۔ ہاں گورداسپور سے جاری ہو سکتا ہے۔ گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر اُس وقت ڈگلس صاحب تھے۔ ان کو اتنا تعصب تھا۔ کہ جب گورداسپور آئے تو حضرت صاحب کے متعلق انہوں نے کہا۔ اس شخص کو ابھی تک گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔ یہ مسیحیت کا دعویٰ کر کے عیسائیت کی ہتک کرتا ہے۔ مگر جب ان کے پاس مقدمہ آیا۔ تو خدا تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا کہ انہوں نے وارنٹ کی بجائے سمن جاری کیا۔ پھر جب حضرت صاحب عدالت میں گئے تو کرسی پر بٹھایا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جس نے یہ تصور جمایا ہوا تھا کہ حضرت صاحب مجرموں کی طرح

عدالت میں پیش ہوں گے۔ وہ جب آیا تو اس نے دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈپٹی کمشنر کے پہلو بہ پہلو کرسی پر بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے بھی کرسی مانگی۔ تو ڈپٹی کمشنر نے انکار کر دیا۔ جب کرسی کے مانگنے پر اصرار کیا۔ تو ڈپٹی کمشنر نے بڑے غصہ کے ساتھ کہا۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور مت بولو۔ خدا کی قدرت وہاں سے نکلکر جب باہر آیا۔ تو ایک کمبل پر آکر بیٹھ گیا۔ مگر کمبل والے نے کمبل کھینچ لیا۔ اور کہا جو شخص ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے گواہی دینے آیا ہے۔ میں اسے کمبل نہیں دے سکتا۔ غرض مقدمہ پیش ہوا۔ اس میں گواہ پیش ہوئے۔ جو شخص ملزم تھا۔ اس نے خود اقرار کر لیا۔ کہ مجھے مرزا صاحبؑ نے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ اسی طرح تمام ظاہری حالات ایسے خطرناک تھے۔ کہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔ شہادتیں موجود تھیں۔ ملزم نے اپنے مُنہ سے صاف اقرار کر لیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر متعصب عیسائی تھا۔ مدعی عیسائی تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا عجیب نشان دکھایا۔ اُن دنوں ڈپٹی کمشنر کے ریڈر ایک غیر احمدی تھے۔ جو ابتک غیر احمدی ہیں۔ اور آج کل (۱۹۲۷ء میں۔ ناقل) راولپنڈی میں ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ ڈپٹی کمشنر حضرت صاحبؑ کے مقدمہ کے متعلق شہادتیں لینے کے بعد بٹالہ سٹیشن پر تھا۔ ویٹنگ روم میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں کی حالت عجیب تھی۔ کبھی نہایت گھبراہٹ کے ساتھ ٹہلنے لگ جاتا۔ کبھی کرسی پر بیٹھ جاتا۔ پھر اُٹھ کر ٹہلنے لگتا۔ پھر کرسی پر آکر بیٹھ جاتا۔ عجیب حرکات کرتا تھا۔ آخر میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ کہنے لگا مجھے اس وقت سخت گھبراہٹ ہے۔ مرزا صاحبؑ کے متعلق میرا دل کہتا ہے وہ بے قصور ہیں۔ مگر شہادتیں سب ان کے خلاف ہیں۔ اب میں کیا کروں۔ ریڈر صاحب کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ یہ معمولی بات ہے۔ آپ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلا لیں۔ وہ کوئی راہ سوچینگے۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلایا گیا۔ اس کو ڈپٹی کمشنر نے اپنی حالت بتائی۔ سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔ مقدمہ تو مجھے بھی جھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی صحیح تحقیقات کے لئے یہ تجویز ہے۔ کہ ملزم کو پادریوں کے قبضہ سے کسی طرح نکالا جائے اور اسے علیحدہ کر کے پوچھا جائے۔ تب شاید صحیح نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے۔ ڈپٹی کمشنر نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور ملزم کو علیحدہ کیا گیا۔ سپرنٹنڈنٹ نے اسے پوچھا۔ تم سچ بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ تو وہ رو پڑا۔ اور کہا مجھے پادریوں نے سکھایا تھا کہ تم یہ کہنا اس لئے میں نے کہا۔ تب ڈپٹی کمشنر نے کہا۔ اب مجھے اطمینان ہوا ہے۔ اور اس نے حضرت صاحبؑ کو بری کر دیا۔

یہ ڈپٹی کمشنر ڈگلس صاحب اب تک ولایت میں زندہ موجود ہیں۔ میں جب ولایت گیا وہاں مجھے ملے تھے۔ انہوں نے میرے سامنے کہا۔ کہ مجھے شروع سے یقین تھا کہ ملزم جھوٹ بولتا ہے۔ اس لئے مجھے سخت گھبراہٹ تھی۔ کہ ادھر میں بے گناہ آدمی کو پکڑ رہا ہوں۔ اور اُدھر واقعات اس کے خلاف ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا۔ کہ ایک دفعہ ایک صاحب جو ہوشیارپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ چھٹی لیکر ولایت [illegible] اور مجھ سے ملے۔ میں نے ہندوستان کے حالات پوچھے۔ تو انہوں نے کچھ حالات بیان کئے۔ اس کے بعد میں نے اسے کہا۔ لو میں اپنی عمر کا نہایت عجیب اور عظیم الشان واقعہ سناتا ہوں۔ اور میں نے اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس

میں میں نے یہ ذکر کیا۔ کہ میں نے مرزا صاحب جیسا وسیع الحوصلہ بھی کوئی نہیں دیکھا۔ باوجود اس کے کہ ان پر ایک خطرناک جرم لگا کر انہیں خطرہ میں ڈالا گیا تھا۔ پھر بھی جب میں نے انہیں کہا۔ کہ آپ ان پر اپنی ہتک کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ تو انہوں نے کہہ دیا۔ کہ میں نہیں کرنا چاہتا۔

ان واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کوئی نہیں اُسے روک سکتا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے تو اس کو پتہ لگ جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیسے کیسے رنگ میں اس کے لئے اپنی قدرت نمائی فرماتا ہے کیونکہ تمام امور کا انجام خدا ہی کی طرف ہے ✦

(الفضل جلد ۱۵ نمبر ۳۳ صفحہ ۲۲)

(۹۵) جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا۔ میری عمر اُس وقت دس سال کے قریب تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب اوروں کو دعا کے لئے کہا۔ تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو۔ میں نے اُسوقت رؤیا میں دیکھا۔ کہ ہمارے گھر کے ارد گرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا۔ جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہ خانہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چُن دیئے گئے ہیں۔ اور ان پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جا رہی ہے کہ آگ لگا دیں۔ مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانیکی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا۔ لیکن جب میں نے دروازہ کی چوکھٹ کی طرف دیکھا۔ تو وہاں لکھا تھا کہ "جو خدا کے بندے ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی آگ نہیں جلا سکتی ✦

(الفضل جلد ۷۔ نمبر ۳ صفحہ ۵)

(۹۶) کپتان ڈگلس، جو ابتک زندہ موجود ہے .... موصوف کا اپنا بیان ہے۔ کہ اُس وقت کے پنجاب کے لفٹنٹ گورنر[1] نے اُنہیں بُلا کر کہا۔ کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت مخالف ہے۔ اس کے مقدمہ کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ جس کے صاف معنے یہ تھے۔ کہ اسے ضرور سزا دو۔ مگر میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ یہ بد دیانتی مجھ سے نہیں ہو سکتی ✦ (الفضل جلد ۲۳۔ نمبر ۲۶ صفحہ ۵)

(۹۷) آپؑ پر قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔ اُس وقت اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈگلس تھے۔ جو اس وقت بھی زندہ ہیں۔ اور کرنل ڈگلس ہیں۔ وہ اسقدر متعصب تھے۔ کہ جب اس ضلع میں آئے تو کہا۔ کہ اس ضلع کے رہنے والا ایک شخص مسیح ہونے کا دعوے کرتا ہے ابتک کیوں اسے سزا نہیں دی گئی۔ ان کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش ہوا۔ ایک انگریز کہلانیوالے شخص نے جو انگریز مشہور تھا۔ مگر دراصل انگریز نہیں۔ بلکہ پٹھان تھا ...... پٹھان ہونے کے سبب سے اس کا رنگ انگریزوں کی طرح گورا تھا۔

اور پھر ایک انگریز نے اسے بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اس لئے لوگ اسے انگریز سمجھتے تھے۔ اس کا نام مارٹن کلارک تھا۔ ان کا بیٹا یا بھائی ابی سینیا کی سابق حکومت میں وزیر اعظم تھا۔ آپ میں سے کئی ایک نے اخباروں میں پڑھا ہوگا۔ کہ مسٹر مارٹن نے یہ کہا۔ یہ مارٹن اس مارٹن کلارک کا بیٹا یا بھائی ہے۔ رشتہ کی تعیین میں اس وقت نہیں کر سکتا"

(الفضل جلد ۲۴ نمبر ۱۹۹ صفحہ ۷، ۸)

(۹۸) مارٹن کلارک نے عدالت میں یہ دعویٰ کیا کہ میرے قتل کیلئے مرزا صاحبؑ نے ایک آدمی بھیجا ہے۔ مسلمانوں میں علماء کہلانے والے بھی اس کیساتھ اس شور میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تو اس مقدمہ میں آپؑ کے خلاف شہادت دینے کیلئے بھی آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت بتا دیا تھا کہ ایک مولوی مقابل پر پیش ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریگا۔ لیکن باوجود اسکے کہ الہام میں اسکی ذلت کے متعلق بتا دیا گیا تھا اور الہام کے پورا کرنے کیلئے ظاہری طور پر جائز کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر مجھے خود مولوی فضل دین صاحب نے جو لاہور کے ایک وکیل اور اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروی کر رہے تھے سُنایا۔ کہ جب میں نے ایک سوال کرنا چاہا۔ جس سے مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت ہوتی تھی۔ تو آپؑ نے مجھے اس سوال کے پیش کرنے سے منع کر دیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی والدہ کنچنی تھی۔ اور مقدمات میں گواہوں پر ایسے سوالات کئے جاتے ہیں۔ کہ جن سے ظاہر ہو کہ وہ بے حیثیت آدمی ہے۔ مولوی فضل الدین صاحب نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ سوالات سُنائے جو وہ مولوی محمد حسین پر کرنا چاہتے تھے تو ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ تمہاری ماں کون تھی؟ جسے سنکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے سوال کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مولوی فضل الدین صاحب نے کہا کہ اس سوال سے آپکے خلاف مقدمہ کمزور ہو جائیگا۔ اور اگر یہ نہ پوچھا جائے تو آپکو مشکل پیش آئیگی۔ اسلئے کہ گواہ اپنے آپکو مسلمانوں کا لیڈر ہونیکی حیثیت سے پیش کر رہا ہے۔ اور ضروری ہے کہ ثابت کیا جائے کہ وہ ایسا معزز نہیں۔ مگر آپؑ نے فرمایا کہ نہیں، ہم اس سوال کی اجازت نہیں دے سکتے۔ مولوی فضل الدین صاحب احمدی نہیں تھے۔ بلکہ حنفی تھے اور حنفیوں کے لیڈر تھے۔ انجمن نعمانیہ وغیرہ کے سرگرم کارکن تھے۔ اسلئے مذہبی لحاظ سے تعصب رکھتے تھے۔ مگر جب کبھی غیر احمدیوں کی مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر کوئی حملہ کیا جاتا وہ پُرزور تردید کرتے اور کہتے کہ عقائد کا معاملہ الگ ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آپؑ کے اخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے کوئی بھی انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اخلاق کے لحاظ سے میں نے بھی ایسے ایسے مواقع پر انکی آزمائش کی ہے کہ کوئی مولوی وہاں نہیں کھڑا ہو سکتا تھا جس مقام پر آپؑ کھڑے تھے۔ اب دیکھو اُدھر گواہ کے ذلیل ہونیکا الہام ہے۔ اِدھر اُسکی گواہی آپؑ کو مجرم بناتی ہے۔ مگر جو بات اسکی پوزیشن کو گرانیوالی ہے وہ آپؑ پوچھنے ہی نہیں دیتے لیکن جس خدا نے قبل از وقت مولوی محمد حسین کی ذلت کی خبر آپؑ کو دی تھی اس نے ایکطرف تو آپؑ کے اخلاق دکھا کر آپؑ کی عزت قائم کی۔ اور دوسری طرف غیر معمولی سامان پیدا کر کے مولوی صاحب کو بھی ذلیل کرا دیا۔

اور یہ اسطرح ہوا کہ وہی ڈپٹی کمشنر جو پہلے سخت تھا اس نے جونہی آپؑ کی شکل دیکھی اسکے دل کی کیفیت بدل گئی اور باوجود اسکے کہ آپؑ ملزم کی حیثیت میں اسکے سامنے پیش ہوئے تھے۔ اسنے کرسی منگوا کر اپنے ساتھ بچھوائی اور اسپر آپؑ کو بٹھایا جب مولوی محمد حسین صاحب گواہی کیلئے آئے تو چونکہ وہ اس امید میں آئے تھے کہ شائد آپکے ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی یا کم سے کم آپؑ کو ذلت کیساتھ کھڑا کیا ہوگا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجسٹریٹ نے اپنے ساتھ کرسی پر بٹھایا ہوا ہے تو وہ غصہ سے مغلوب ہو گئے اور جھٹ مطالبہ کیا کہ مجھے بھی کرسی ملے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں معزز خاندان سے ہوں اور گورنر سے ملاقات کے وقت بھی مجھے کرسی ملتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ ملاقات کے وقت تو چوہڑے کو بھی کرسی ملتی ہے مگر یہ عدالت ہے۔ مرزا صاحبؑ کا خاندان رئیس خاندان ہے انکا معاملہ اور ہے۔ مولوی صاحب اسپر بھی باز نہ آئے اور کہا نہیں مجھے ضرور کرسی ملنی چاہئے۔ میں اہلحدیث کا ایڈوکیٹ ہوں۔ اسپر ڈپٹی کمشنر کو طیش آگیا۔

---

[1] کرنل ڈگلس نے لنڈن میں ایک میٹنگ کے موقعہ پر یہ بھی کہا کہ پہلے گورنر (پنجاب) سر فٹس پیٹرک رومن کیتھلک تھے اور بڑے قانون دان تھے۔ اسلئے انکے وقت میں ایسا مقدمہ کرنیکی کسی کو جرأت نہ ہوئی لیکن ان کے بعد جب سر ولیم ینگ گورنر ہوئے جو خود چرچ مشنری سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ تو ان کے عہد میں یہ مقدمہ دائر کیا گیا۔ اور اس وقت گورنمنٹ بھی اس مقدمہ کو واچ کر رہی تھی ✦

(الفضل [illegible] مئی ۱۹۳۶ء۔ مرتب)

اور اس نے کہا کہ بک بک مت کر۔ پیچھے ہٹ۔ جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ مولوی صاحب جب گواہی دیکر باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی تھی اسپر بیٹھ گئے۔ کہ لوگ سمجھیں گے کہ شاید اندر بھی کرسی پر ہی بیٹھے تھے۔ مگر نوکر ہمیشہ آقا کی مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔ چپڑاسی نے جب دیکھا کہ صاحب ناراض ہیں تو اس خیال سے۔ کہ برآمدہ میں کرسی پر بیٹھا دیکھکر مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ آکر کہنے لگا۔ کہ میاں اُٹھو کرسی خالی کر دو۔ وہاں سے اُٹھکر وہ باہر آئے اور ایک چادر بچھی ہوئی تھی اسپر بیٹھ گئے۔ اور خیال کیا کہ چلو اتنی عزت ہی سہی۔ مگر چادر والے نے نیچے سے چادر کھینچتے ہوئے کہا۔ اُٹھو میری چادر چھوڑ دو۔ جو عیسائیوں سے ملکر ایک مسلمان کے خلاف جھوٹی گواہی دینے آیا ہوا سے بٹھا کر میں اپنی چادر پلید نہیں کرا سکتا اور اس طرح ذلت پر ذلت ہوتی چلی گئی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلیٰ اخلاق کیوجہ سے آپ کی عزت قائم ہوئی ♦

(الفضل جلد ۲۴۔ نمبر ۴۶ صٓ ۸)

(۹۹) مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ میں چھوٹا بچہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایکدفعہ ملتان تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کیساتھ تھا۔ میری عمر اسوقت ۷، ۸ سال کی تھی۔ اس سفر کے صرف دو واقعات مجھے یاد ہیں۔ یوں تو بعض واقعات مجھے اس وقت کے بھی یاد ہیں جبکہ میری عمر صرف دو سال کی تھی۔ بلکہ ابھی چند دن ہوئے ایک دوست نے ایک واقعہ بتایا جو مجھے بھی یاد آگیا۔ اور اسکی جو تاریخ انہوں نے بتائی اسکے لحاظ سے میری عمر اُسوقت ایک سال کی بنتی ہے۔ پس مجھے اتنی چھوٹی عمر کے بھی بعض واقعات یاد ہیں لیکن اس سفر کی صرف دو باتیں میرے ذہن میں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ واپسی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں ٹھہرے۔ وہاں اُن دنوں مومی تصویریں دکھائی جارہی تھیں جن سے مختلف بادشاہوں اور انکے درباروں کے حالات بتائے جاتے تھے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہوس جو ان دنوں "بمبئی ہوس" کہلاتا تھا انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ یہ ایک علمی چیز ہے آپ اسے دیکھنے کیلئے تشریف لے چلیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکار کر دیا۔ اسکے بعد انہوں نے مجھ پر زور دینا شروع کر دیا کہ میں چلکر وہ مومی مجسمے دیکھوں۔ میں چونکہ بچہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے پڑ گیا کہ مجھے یہ مجسمے دکھائے جائیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے اصرار پر مجھے اپنے ساتھ لیگئے۔ مختلف بادشاہوں کے حالات تصویروں کے ذریعہ دکھائے گئے تھے جنمیں بعض کی موتوں اور بعض کی بیماریوں وغیرہ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ پس ایک تو یہ واقعہ مجھے یاد ہے۔

(۱۰۰) اور دوسرا واقعہ جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاہور کے اندر کسی نے دعوت کی اور آپ انہیں شامل ہونے کیلئے تشریف لیگئے۔ کچھ اثر میرے دل پر یہ بھی ہے کہ دعوت نہیں تھی بلکہ مفتی محمد صادق صاحب یا انکا کوئی بچہ بیمار تھا اور آپ انہیں دیکھنے کیلئے تشریف لیگئے تھے۔ بہرحال شہر کے اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آرہے تھے۔ کہ سنہری مسجد کی سیڑھیوں کے پاس ایک بہت بڑا ہجوم دیکھا۔ جو گالیاں دے رہا تھا۔ اور ایک شخص انکے درمیان کھڑا تھا ممکن ہے وہ کوئی مولوی ہو۔ اور جیسے مولویوں کی عادت ہوتی ہے وہ شاید اپنی طرف سے بے موقع چیلنج دے رہا ہو۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گاڑی پاس سے گذری تو ہجوم کو دیکھکر مینے سمجھا کہ یہ بھی کوئی میلہ ہے چنانچہ مینے نظارہ دیکھنے کیلئے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا۔ اُسوقت کا یہ واقعہ مجھے آجتک نہیں بھولا۔ کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص جسکا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور جسپر ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار مار کر کہتا جا رہا تھا۔ "مرزا دوڑ گیا۔ مرزا دوڑ گیا" اب دیکھو ایک شخص زخمی ہے اسکے ہاتھ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں مگر وہ بھی مخالفت کے جوش میں یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے ٹنڈے ہاتھ سے ہی نعوذ باللہ احمدیت کو دفن کر دونگا ♦ (الفضل جلد ۳۱۔ ۱۰۔ ۲۱ دسمبر)

خاکسار مرتب۔ ملک فضل حسین کارکن صیغہ تالیف وتصنیف قادیان۔

ٹیونیشیا کی فتح پر ہماری خوشی

میری بچی عزیزہ جمیلہ پروین نے یہ مضمون ٹیونس کے محاذ کی فتح کی خوشی میں لکھا۔ تاکہ اپنے سکول کے جلسے میں پڑھے۔ مگر وقت کی کمی کی وجہ سے وہ نہ پڑھ سکی۔ اب میں اسے اس کی حوصلہ افزائی کے لئے الحکم میں شایع کرتا ہوں۔ (محمود احمد عرفانی)

دُنیا میں جس قدر استعماری حکومتیں قائم ہیں۔ اُن میں سے جرمنی اور اٹلی کی حکومتیں بدترین قسم کی ہیں۔ اور ہمارے بادشاہ کی سلطنت جو کہ برطانوی سلطنت کہلاتی ہے دُنیا میں بہترین سلطنت سمجھی جاتی ہے۔

بدقسمتی سے اٹلی والوں کے پاس عرصۂ دراز سے کچھ ملک مسلمانوں کے تھے۔ جیسے ایری ٹیریا کا علاقہ۔ حبشہ کا علاقہ۔ لیبیا میں طرابلس کا علاقہ۔ اور بعد میں حبشہ کی ساری سلطنت اٹالین استعمار کے ماتحت آگئی۔ حبشہ کی سلطنت عیسائیوں کی سب سے پُرانی سلطنت تھی۔ اور یہ سلطنت حضرت سلیمانؑ کے وقت سے چلی آرہی تھی۔ حبشہ کے لوگ بڑے امن پسند اور دُنیا کی سیاسیات سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ وہ نہ کسی مُلک پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔ نہ یہ ہی پسند کرتے تھے۔ کہ کوئی اُن کے مُلک پر حکومت کرے۔ اٹلی والوں کی جوع الارض نے اُن کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ اپنے ہم عقیدہ اور ہم مذہب لوگوں کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ حبشہ کا قصور صرف اتنا ہی تھا۔ کہ وہ اپنے اندر زرخیزی۔ وسعت۔ سرسبز زمینیں اور مال و دولت سے بھری ہوئی کانیں رکھتا تھا۔ جسکو نہ اُس وقت تک کسی نے نہ نکالا تھا۔ اس مُلک کی اسی خیراتِ کثیر نے اٹلی والوں کو آمادہ کیا۔ کہ وہ اُن کے مُلک پر چڑھ آئے۔ اور نہتے حبشی جن کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ آسمان سے بموں۔ زمین سے دُور مار توپوں۔ مشین گنوں۔ ٹینکوں اور بندوقوں سے بے دریغ ان کو قتل وغارت کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ اٹلی کے وحشی درندوں نے حبشیوں پر زہریلی گیسیں چھوڑیں۔ جس کے متعلق تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ کہ وہ کس کس مپرسی کی حالت میں اپنے گھر بار چھوڑ کر دیوانہ وار جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اور ایک جنونی کیفیت میں وہ پہاڑوں۔ درختوں اور دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر ہلاک ہو گئے۔

دُنیا کی بربریت۔ وحشت اور جنون نے یہ مظاہرہ کہیں نہیں کیا۔ کہ ایسے لوگ جن کے جسموں پر کپڑے بھی نہ تھے۔ جن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ جو اپنے مُلک کی حفاظت بھی نہ کر سکتے تھے۔ اُن پر ہر طرح کے حملوں کے بعد اُن کو زہریلی گیسوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ یہ کیوں؟

اس لئے کہ اس مُلک کو حبشیوں سے پاک کر کے اٹالین لوگوں کی رہائش کے قابل بنایا جائے۔ جس قوم کی یہ ذہنیت ہو۔ جو اپنی ہم مذہب قوم کے ساتھ یہ سلوک کرے۔ تو اُس قوم کے متعلق یہ خیال کرنا۔ کہ وہ ایک ایسی قوم کے ساتھ جو نہ اُن کی ہم مذہب ہو۔ نہ ہم عقیدہ۔ نہ ہم زبان ہو۔ کوئی انصاف کریں گے۔ ایک ایسا خیال ہے جو ایک جنون سے بڑھ کر نہیں۔

لیبیا کا علاقہ قریباً تیس سال سے اٹلی کے قبضہ میں ہے۔ وہاں عرب مسلمان بستے تھے۔ جن کا مذہب الگ تھا۔ تمدن الگ تھا۔ زبان الگ تھی۔ گذشتہ تیس سال میں ان سے جو سلوک اٹلی والوں نے کیا۔ اُس کی تفصیل چھوٹے سے مضمون میں بیان نہیں ہو سکتی۔ اور لیبیا کے اٹھارہ لاکھ مسلمانوں میں سے صرف پانچ لاکھ باقی رہ گئے۔ اور تیرہ ۱۳ لاکھ کو طرح طرح کی اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ عیسائی مذہب اختیار کریں۔

حالانکہ اُن کی مادری زبان عربی تھی۔ مگر ان کو اتنی آزادی نہ تھی۔ کہ وہ کوئی اسلامی سکول ہی کھول سکیں۔ یا کوئی اخبار عربی میں نکال سکیں۔ یا اشاعتِ مذہب کے لئے کوئی کتاب لکھ سکیں۔ اور ان کو مجبور کیا گیا۔ کہ وہ اٹالین زبان بولیں اور سیکھیں۔ بڑے بڑے سرداروں کو اٹالین افسر ہوائی جہازوں میں سیر کے بہانے سے لے جاتے اور سمندر میں پھینک آتے۔ بوڑھے بوڑھے لوگوں کو پھانسیاں دے دی گئیں۔ یتیم بچوں کو تعلیم کے لئے اٹلی کے سکولوں میں بھیج دیا گیا۔ جہاں اُن کا مذہب۔ اُن کی زبان۔ ان کے اخلاق غرض سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ جو لوگ اٹالین حیثیت اختیار کر لیتے۔ اُن کے ساتھ کچھ سلوک کیا جاتا۔ ورنہ اُن کو بھی ٹھکانے لگا دیا جاتا۔

غرض

اس بدترین اور وحشیانہ حکومت کا اور کیا اس سے زیادہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب اٹلی کے سپاہی طرابلس کی طرف کوچ کرتے تھے۔ تو وہ ایک گیت گاتے تھے۔ جس کا مطلب تھا:-

"اے ماں میں طرابلس کی طرف لڑنے کے لئے جا رہا ہوں۔ جہاں میں مسلمان کافروں سے لڑائی کروں گا۔ اگر میں مارا گیا تو تُو غم نہ کرنا۔ کیونکہ میں اپنے دشمنوں کو قتل کرتا ہوا اپنے وطن کی حفاظت کرتا ہوا مارا جاؤں گا۔"

اس سے ان کی اس عداوت کا پتہ چلتا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے اُن کے دلوں میں تھی۔ لیبیا کا ایک بُڈھا سردار جس کی عمر نوے (۹۰) سال کی تھی۔ جو چلنے سے بھی معذور تھا۔ جس کا نام سید عمر مختار تھا۔ شارع عام پر پھانسی دے دیا گیا۔ صرف اس قصور پر کہ وہ عربوں کا سردار تھا۔

اٹلی کے درندوں کے بھیانک حالات اور وحشیانہ باتیں اور بھی اس قدر ہیں۔ کہ اُن سے ایک کتاب تیار ہو جائے۔ اور یہ حالات اخبار اسلامی دُنیا (قاہرہ) میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے ہیں ♦

(باقی آئندہ)

سیرت حضرت ام المؤمنین (ایدھا اللہ بروح القدس)

چھ سو کتابوں کے آرڈر بک ہو چکے ہیں

حضرت ام المؤمنین کی سیرت طیبہ کا کام خدا تعالیٰ کے فضل سے قبولیت اختیار کر رہا ہے۔ گذشتہ نمبر میں سیٹھ پیارا لال صاحب کے آرڈر کا ذکر کر چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ سیٹھ پیارا لال صاحب کا آرڈر ایسے قلوب پر اثر کئے بغیر نہیں رہے گا۔ جو بآسانی متاثر نہیں ہوا کرتے۔ حضرت ام المؤمنین کے وجود باجود سے قوم کو ایک ایسا فیض پہنچا ہے۔ کہ جسکی مثال نظر نہیں آتی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا پاک اور مبارک وجود جو خدا تعالیٰ نے اپنے ایک خاص فضل کے ماتحت دنیا کو عطا فرمایا۔ وہ ہم کو حضرت ام المؤمنین کے طفیل سے ہی میسر آیا۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایک سچے مسلم کو تو عبد شکور بنایا ہے۔ ہم جب مکہ کی سرزمین میں داخل ہوتے ہیں۔ تو صفا اور مروہ پہاڑیوں کو شعائر اللہ سمجھ کر اپنے دل میں ان کے لئے احساس محبت پاتے ہیں۔ کیا خانہ کعبہ اینٹ اور پتھر کی عمارت نہیں۔ پھر ہم کس طرح اپنے دل کو اسکی محبت سے لبریز پاتے ہیں۔ چاہ زمزم۔ غار حرا۔ غار ثور وغیرہ کا ادب و احترام اور عزت کا جذبہ محسوس کرتے ہیں۔

پھر

قادیان آکر کیا قادیان کی ہر اینٹ کو جو قادیان کی تعمیر میں لگی ہوئی ہے۔ ایک بولتا ہوا نشان جان کر اسکی عزت نہیں کرتے۔ مسجد مبارک مسجد اقصیٰ۔ بیت الذکر۔ بیت الفکر مقامات۔ ہماری آنکھوں میں کس عزت کے مستحق ہیں۔ ان کو کون نہیں جانتا۔ اگر یہ اینٹ اور مٹی کی بنی ہوئی عمارتیں اپنے فیوض کی وجہ سے ہمارے لئے ایسی ہیں۔ بلکہ دنیا کے لئے قیامت تک مقام ادب بنی رہیں گی

تو وہ پاکباز ہستی

جسکی تخلیق ہی خدا تعالیٰ نے اپنے ایک خاص منشاء کی تکمیل کے لئے فرمائی تاکہ اس کے وجود سے دنیا کو وہ نور دیئے جائیں۔ جن کے وجود پر آئندہ دنیا کے قیام امن کا انحصار ہے۔ اسکی عظمت اور عزت اور ادب کس قدر ہمارے دل میں ہونا چاہیئے۔ یہ ظاہر ہے۔ آپ کی برکات اور فیوض کا مفصل تذکرہ تو کتاب میں آئے گا۔

لیکن

میں ایک ہی بات پیش کرتا ہوں۔ کیا یہ آپ کا کم فیض ہے کہ آپ کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے ہم کو حضرت امیر المؤمنین جیسا پاک وجود دیا۔ حضرت امیر المؤمنین کی برکات کا ذکر تو ایک بہت بڑی کتاب کا محتاج ہے۔ لیکن اگر صرف آپ کے اسی ایک فیض کا ہی اندازہ لگایا جائے۔ جو دنیا کو

تفسیر کبیر

کے ذریعے پہنچ رہا ہے۔ تو ہم اس فیض کا بھی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اور یہ سب کچھ تب ہی عالم وجود میں آیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت خاص سے سلسلہ نسل میں ایک صحیح النسب سیدہ کو جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کی رونق بنا کر لے آیا۔ جہاں تک

میرا وجدان مجھے کہتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اسی تعلق کی طرف آپ کے اس کشف میں اشارہ تھا جسمیں حضرت فاطمہؓ نے اپنے زانو مبارک پر آپ کا سر مبارک ایک مادر مہربان کی طرح رکھ لیا تھا۔ حضرت ام المؤمنین جو سلسلۂ نسب میں حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ہی ہیں۔ جب آپکی دلہن بنیں۔ تو اس دامادی نے آپکو فرزند اور انکو مادر مہربان کے رشتہ میں پرو دیا۔ اس طرح جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہ راست روحانی فیوض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حاصل کئے۔ ایسے ہی حضرت ام المؤمنین کے آنے سے فیوض محمدیہ کا وہ سلسلہ جو بذریعہ نسل وراثتاً منتقل ہونا چاہیئے تھا۔ حضرت ام المؤمنین کے ذریعہ اس خاندان کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد دونوں قسم کے فیوض کی حامل ہے۔ یعنی وہ فیوض جو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے حاصل ہوئے۔ اور وہ فیوض جو حضرت فاطمہ رضی کی اولاد ہونے کے سبب سے حضرت ام المؤمنین کی طرف منتقل ہوئے۔

الغرض

حضرت ام المؤمنین کا وجود مبارک بہت سی برکتوں کا باعث ہے۔ اہل علم اور اہل بصیرت اسے جانتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے میں نے اس عظیم المرتبت خاتون کی سیرت لکھنے کا عزم کیا ہے۔ ہر اس احمدی بھائی سے جو میرے اس مضمون کو پڑھے میں متوقع ہوں۔ کہ وہ جلد سے جلد اس کتاب کے لئے اپنا نام بک کرائے کتاب صرف آرڈر کے مطابق طبع کرائی جائیگی۔ خدا کا شکر ہے۔ کتاب کی اشاعت میں جلد ترقی ہو رہی ہے۔ نئے آرڈروں میں تین آرڈر قابل ذکر ہیں۔

(۱) حضرت عرفانی کبیر کا آرڈر:- حضرت عرفانی کبیر نے پچاس کاپیوں کا آرڈر دیا ہے جن کی تفصیل اگلے نمبر میں دی جا سکے گی۔ ان میں سے دس کاپیاں وہ حضرت نانی اماں صاحبہ کی طرف سے خرید کر تقسیم فرمائیں گے۔ ۵ کاپیاں سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ اور ۵ کاپیاں سیدہ سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ ۱۰ کاپیاں اپنی پھوپھی محمودہ بیگم مرحومہ اور حمیدہ بیگم مرحومہ اور حامدہ بیگم مرحومہ اور ۵ کاپیاں اپنی پوتی [illegible] بیگم مرحومہ کی طرف سے خرید کر تقسیم فرمائیں گے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ حضرت عرفانی کبیر کا میری کتاب کے لئے آرڈر دینا یہ صرف میری حوصلہ افزائی کا ہی موجب نہیں۔ بلکہ اس محبت اور عقیدت کا مظہر ہے۔ جو ان کو حضرت ام المؤمنین کی ذات بابرکات کے ساتھ ایک معرفت اور بصیرت حاصل ہے۔

(۲) حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی الہ دین صاحب کا آرڈر:- حضرت سیٹھ صاحب نے دینی مرکز [illegible] ایک سو کتاب کا آرڈر دیا ہے۔ حضرت سیٹھ صاحب کا سلسلہ کے کاموں سے عشق اپنی آپ ہی مثال ہے۔ میں ایک حقیقت کے اظہار سے رک نہیں سکتا۔ کہ یوں تو بڑے بڑے مالدار لوگ موجود ہیں۔ اور وہ اپنے قلب کی وسعت کے مطابق اپنے اموال کو صرف بھی کرتے ہیں۔ مگر جسقدر فراخی اور فیاضی اور وسعت میں نے حضرت سیٹھ صاحب کے قلب میں پائی ہے۔ میں نے کسی دوسرے قلب میں نہیں پائی۔ کوئی [illegible] کی طرف سے یا [illegible] کام سے کسی فرد کی طرف سے ایسی نہیں اٹھی۔ جس پر حضرت سیٹھ صاحب نے [illegible] سیٹھ صاحب نے سیرت ام المؤمنین میں بھی اسی فیاضی قلب سے کام لیا ہے۔ اور [illegible] اور اخلاص سے ایک سو کاپی کا آرڈر مرحمت فرمایا ہے۔ خدا [illegible] کرے کہ اس [illegible] اور [illegible] کام کر [illegible] سیٹھ صاحب [illegible] اخلاق عالیہ [illegible]

[illegible] کو [illegible] ہوتے [illegible] آسانیاں پیدا ہوں۔ [illegible] میں اور افراد بھی [illegible] تاکہ [illegible] اہلیہ صاحبہ سیٹھ عبد اللہ بھائی [illegible] بھی اسی [illegible] بیوی بچوں میں بھی۔ یہ سارا خاندان [illegible] رنگ پایا ہے۔ اس لئے ۱۰۰ اپنے طور پر سلسلہ کے کاموں میں [illegible] حصہ لیتی ہیں۔ [illegible] حضرت سیٹھ صاحب کی اہلیہ صاحبہ [illegible] انہوں نے بھی اپنی طرف سے پچاس کاپیوں کا آرڈر دیا ہے [illegible]